

وے دعا کو مری وہ مرتبہ حسن قبول
 کہ اجابت کہے ہر حرف پر سو بار آمین
 غم شبیر سے ہو سینہ یہاں تک لبریز
 کہ رہیں خون جگر سے مری آنکھیں رنگیں
 طبع کو الفت دلدل میں یہ سرگرمی شوق
 کہ جہاں تک چلے اس سے قدم اور مجھ جیسے
 دل الفت نسب و سینہ توحید فضا
 نگہ جلوہ پرست و نفس صدق گزیں
 صرف ابداء اثر شعلہ دود دوزخ
 وقف احباب گل و سنبل فردوس بریں

کوئی سبق حاصل
 کیا نہ کوئی نصیحت
 پانی اور نہ کچھ لطف
 اٹھایا۔ اسی طرح
 ہماری تمنا بھی حد
 درجہ بکس اور
 لاچار رہی کہ نہ اس
 نے دنیا حاصل کی،
 نہ دین کا نفع اٹھایا،
 اگر عبرت حاصل
 کرتے تو دنیدار
 بن جاتے۔ اگر لطف
 اٹھاتے تو دنیا لیل
 جاتی، لیکن ہم دونوں
 سے محروم رہے۔

شاعر کا مقصد یہ ہے کہ اگر انسان کائنات پر نصیحت حاصل کرنے کی غرض
 سے نظر ڈالے تو اس نتیجے پر پہنچے گا کہ یہ آنی اور فانی ہے۔ اس میں کوئی ثبات
 استقلال نہیں۔ اس میں ہر لحظہ تغیر جاری ہے اور تغیر بے ثباتی کی دلیل ہے،
 لہذا انسان کو چاہیے کہ کائنات کے بجائے معبود حقیقی سے کو لگاٹے۔ یہی
 دین حق ہے۔ اگر کائنات کو محض لطف و لذت حاصل کرنے کی غرض سے دیکھا
 جائے تو یہاں اس کے لیے بھی ہر طرف سامان پھیلے ہوئے ہیں۔ انسان جتنا لطف
 چاہے، اٹھائے، مگر وہ اپنے مقصد سے غافل ہو جائے گا اور انسانی شرف
 کھو بیٹھے گا۔ بہر حال جس نظارے میں نہ عبرت ہو، نہ ذوق، وہ بیداری کی دلیل